JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 16, Issue: 01, Jul – Dec 2022

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

قرآنی ابلاغ کے خدوخال اور آداب کا جائزہ

An Overview of the Contents & Manners of Quranic Text

Dr.Sumbal Ashraf*

Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
L.C.W.U, Lahore

Dr.Sadaf Sultan **

Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
L.C.W.U, Lahore

ABSTRACT

The Quran is an ultimate miracle. The greatest miracle that Allaah SWT has given to the Prophet (peace be upon him) is this Qur'an. Allah SWT blessed every Prophet with the miracles; He blessed them with the miracles according to the situations, needs and the temperament of the people of that particular era. In the reign of Hazrat Muhammad SAW, there was a period of rhetoric and oratory among Arabs. They used to find themselves on top in this field. And to a larger extent this was true. Therefore, the Almighty revealed a miracle of the Qur'an, which is, in itself, a masterpiece of eloquence and oratory. This book invites the audience to the religion in every way possible. It is a complete guide in every attribute whether its research approach, academic methodology, rational technique, writing, inspirational manner and scientific appeal. In any way, it calls for goodness and righteousness. The Qur'an has infinite and numerous unique properties, which are not possible to be covered fully. It has unprecedented principles and manners for transmission of its message to the remembrance by humanity.

Keywords: *Manners of Quran'ic Communication, Prophetic Methodology, Gentleness & Reconciliation, Amiable Language, Patience, Moral Ascension, Goodwill, Expediency*

تمہید

خدائے ذوالجلال والاکرام نے انسانی تخلیق کے ساتھ اس کی مادی وروحانی ضرورتوں کے پورا کرنے کا اہتمام بھی کیا۔ اس کائنات کو رب پاک نے انسان کے لئے مسخر کیا کہ وہ اپنی مادی ضرورتوں کو پورا کر سکے اس کے روحانی تقاضوں کی تکمیل کی خاطر ذاتِ

CC BY

باری تعالیٰ نے اپنی ہدایت کے ساتھ انبیاء کرامؑ مبعوث فرمائے تاکہ وہ انسانوں کو نیکی و بھلائی کی تعلیم دیں نیز باطل کی اتباع سے روکیں نیز عالم انسانیت کو زندگی کی حقیقت سے روشناس کرائیں انہیں زندگی کے معنیٰ اور مقاصد سے روشناس کرائیں ان کو جینے کا ہنر سکھائیں اور اصول تمدن کی تعلیم دیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو امت محمدی کو "بہترین امت" قرار دیا تو اس ذمہ داری کے باعث ضروری ہے کہ وہ دین کی سچی بہی خواہی کا اولین ثبوت اور اپنے پروردگار، نبی ﷺ اور قرآن کریم سے مکمل وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے اسلام کے پیغام کو پوری ایمانداری سے پھیلائیں اور دین کے اصل تصور کو اجاگر کریں۔ اس مضمون میں ہم قرآنی ابلاغ کے خدوخال اور آداب کا جائزہ لیں گے نیز اس ابلاغ کے ضمن میں اعجاز کے ان پہلوؤں پر خصوصی طور پر نمایاں کرنے کی سعی کی جائے گی کہ جن کے باعث قرآنی ابلاغ کے خدوخال اور آداب انسانی نفسیات و اذہان پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔

خدوخال / طریق کار

ارشاد ربانی ہے: {ادْعُ إِلِى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ۔۔۔وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُواْ بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرينَ}[1]("اے نبی!) بنی نوع انسان کو تدبر اور بھلی تلقین سے اپنے رب کی راہ کی جانب بلاؤ اور نہایت احسن طریق سے ان سے بحث کرو، جو اس کی راہ سے بھٹک گیا تمہارا رب اُسے بھی خوب جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں اُن سے بھی خوب واقف ہے، اور اگر تم ان کو تکلیف دینا چاہو تو اتنی ہی تکلیف دو جتنی تکلیف تم کو ان سے پہنچی ہے اور اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے اچھا ہے۔

مذکورہ آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو آدابِ رسالت کی تعلیم دی جو کہ امتِ محمدی ﷺ میں سے دعوت دینے والوں کے لئے بھی ہیں۔ آپ ﷺ خدائے ذوالجلال کی راہ کی جانب حکمت، موعظت سے بلائیں۔ حکمت سے مراد ایسا ذریعہ ابلاغ ہے جس میں مخاطب کے حالات و معمولات کے مطابق اس طرح سے پیغام پہنچایا جائے جو مخاطب کو اپیل کرے اور اچھی موعظت سے مراد یہ ہے کہ عنوان دلخراش اور ہتک آمیز کی بجائے نرم ہو اور ان کے ساتھ احسن طرز سے مباحثہ کریں یعنی اگر مباحثے تک بات چلی جائے تو بھی وہ خشونت سے اور مخاطب پر بہتان بازی سے خالی ہونا چاہیئے۔ مذکورہ آیت مبارکہ میں ابلاغ و دعوۃ کا مکمل نصاب اور اس کے آداب و خدوخال کی تمام تر تفصیلات ان آیات کریمہ میں شامل ہیں۔

مفتی محمد شفیعؒ کہتے ہیں: ابلاغ کے لغوی معنی تو پہنچانا ہیں انبیاء کرامؑ کا اولین فریضہ خدائے واحد کا پیغام پہنچانا تھا منصبِ نبوت کے تمام تر تقاضے اسی فریضہ پر محمول ہیں قرآن حکیم نبی رحمت ﷺ کے متعلق فرماتا ہے: {يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا

وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا}[2]"اے نبی! بے شک ہم نے تمھیں ایسا بنا کر بھیجا ہے کہ تم گواہی دینے والے، خوشخبری سنانے والے اور خبر دار کرنے والے ہو"

اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ فریضہ ابلاغ ودعوۃ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد امتِ محمدی ﷺ کو یہ ذمہ داری تفویض کی گئی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا}[3]

"اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزماں)(صلی اللہ علیہ والہ وسلم) تم پر گواہ بنیں "

اسی طرح قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ایسے الفاظ موجود ہیں جن کی تعبیر میں قرآنی ابلاغ کو کبھی دعوت الی اللہ {يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ}[4] کہا گیا، تو کبھی دعوت الی الخیر {يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ}[5] کا تو کبھی دعوت الی سبیل اللہ {ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ}[6] کا نام دیا جاتا ہے حاصل سب کا ایک ہی ہے کیونکہ قرآنی ابلاغ کا مقصود دینِ الٰہی کی پہچان وتعارف کرانا ہے اب ہم اس کے اصول و آداب کو قرآن حکیم کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ {ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ} یہاں رحمٰن کی صفات میں سے رَب کا تذکرہ ہے جس کی نسبت محمد عربی ﷺ کی طرف اضافت میں اشارہ ہے ، ابلاغ ودعوۃ کا فریضہ اپنے اندر صفتِ ربوبیت، تربیت جیسی خصوصیات رکھتا ہے جیسا کہ پروردگار نے آپ ﷺ کو وصیت فرمائی آپ ﷺ نے بھی اسی تربیتی طرز پر پیغام کا ابلاغ کرنا ہے۔ جس میں مخاطب کے حالات کو مد نظر رکھ کر وہ طرز اپنایا جائے جو مخاطب کی نفسیات کے لئے مؤثر ہو۔[7] {بِالْحِكْمَةِ} قرآں حکیم میں حکمت بہت سے معنوں میں مستعمل ہے بعض مفسرین کرام نے اس سے مراد کتابِ اللہ، بعض نے قرآن وسنت اور بعض نے حجتِ قطعیہ کو ٹھہرایا، علامہ آلوسی بغدادیؒ کہتے ہیں: **انها الكلام الصواب الواقع من النفس اجمل موقع**"[8] یعنی حکمت ایسا بلیغ کلام ہے جو لوگوں کے قلوب واذہان میں آمادگی پیدا کردے۔

اور شیخ اسماعیل حقی البروسوی فرماتے ہیں:

> یعنی ایسی بصیرت جس کے ذریعہ لوگوں کے حالات کے مطابق ان سے اچھے انداز میں گفتگو کی جائے ایسے اوقات کا انتخاب کرے جن میں سامنے والا بوجھ محسوس نا کرے باوقار انداز میں نرمی سے مدعا بیان کرے اور جب یہ محسوس کرے کہ مخاطب کے لئے بات سُبکی کا باعث بن رہی ہے تو کنایہ میں بات کرے۔[9]

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: {وَالْمَوْعِظَةِ} موعظہ اور وعظ سے مراد خیر خواہی سے بات کرنا ہے جس سے انسان مائل ہو یعنی اسے ایسی ترغیبات دی جائیں جو اس کو نفسیاتی طور پر متاثر کرتے ہوئے سیدھی راہ پر چلنے اور بری راہ کو ترک کرنے کے لئے تیار کریں۔[10]

علامہ آلوسی بغدادی کہتے ہیں:

{الْحَسَنَةِ} سے مراد انسان کا قلبی اطمینان دلانا اور اس کے ذہنی اشکالات کو دور کرنا ہے اور اس طرز پر کہ مقصد سامنے والے کی فلاح ہے۔ {وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ} مجادلہ یعنی مباحثہ، اور بالتی ھی احسن سے مراد دعوۃ دینے کے دوران مناظرہ کی نوبت در پیش ہو تو بحث سلجھے ہوئے انداز میں کی جائے۔[11]

کتابِ الٰہی یہ خبر دیتی ہے کہ احسان فی المجادلۃ محض مسلم اُمّہ کی خاطر نہیں بلکہ اہلِ کتاب کے لئے تو خاص طور پر حکم ہے: {وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ}[12] اور اہلِ کتاب سے جدال نہ کرو مگر نہایت عمدہ طرز پر۔

قرآنی ابلاغ کا پیغمبرانہ منہج

پیغامِ الٰہی کو لوگوں تک پہنچانا دراصل انبیاء کرامؑ کا تخصص ہے علماء ان کا نائب ہوتے ہوئے اس فریضہ کو سرانجام دیتے ہیں لہٰذا آداب و اصول بھی انہی سے سیکھے جائیں گے ان اصولوں کے بنا دعوت الی اللہ محض جنگ و جدل بن جائے گی پیغمبرانہ دعوت میں پروردگار کی وہ ہدایت جو کہ حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کو دی گئی تھی: {فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ}[13] "پھر تم دونوں اس سے نرمی سے ہم کلام ہونا ہو سکتا ہے کہ وہ نصیحت مان لے یا خشیت اختیار کرے"۔ یہ بات قرآنی ابلاغ کی دعوت دینے والے انسان کو ہر حالت میں مدِ نظر رکھنی چاہیئے کہ فرعون جیسے سرکش کے ساتھ بھی نرم گفتار کی تلقین کی گئی۔ عصرِ حاضر کے مخاطبین فرعون سے زیادہ گمراہ تو نہیں ہیں اور نہ ہی کسی بھی داعی کی حیثیت حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ جیسی ہے تو پھر درشتگی یا ہتک آمیز رویہ اختیار کرنے کا حق آج کے مسلمان کو کس طرح حاصل ہو گیا؟

قرآن حکیم نے انبیاء کرامؑ کی تبلیغ اور سرکش لوگوں کے ساتھ ان کے مجادلات کی بہت سے مقامات پر نشاندہی کی ہے جابجا اس بات کو عیاں کیا گیا کہ ان کے مخاطبین کے انتہائی باغیانہ رویوں کے باوجود ان سلیم الطبع حضرات گرامی نے جواب میں کہیں کوئی سخت جملہ یا لفظ نہیں ادا کیا۔ حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت صالحؑ، حضرت موسیٰؑ علیہما السلام و اجمعین وغیرہ کا تذکرہ ہے کہ ان برگزیدہ ہستیوں نے اپنی اپنی قوم کی کس قدر ایذا رسانیاں اور تکلیف و استہزاء سے بھرپور رویے کس قدر خندہ پیشانی سے جھیلے اور قرآن کریم کے ابلاغ و دعوت کے اصول آداب کو کس طرح نبھایا یہ ایک مختصر سا نمونہ ہے۔

رسول کریم ﷺ پیغامِ الٰہی پہنچانے میں اس امر کا حد درجہ خیال رکھتے تھے کہ سامعین کے لئے بوجھ نا ہو آپ ﷺ کی یہ مبارک عادت تھی کہ وہ روزانہ وعظ و نصیت نہیں کرتے تھے انہوں نے چند ایام مختص کر رکھے تھے تاکہ کسی کے معمولات زندگی متاثر نہ ہوں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ہفتہ کے بعض ایام میں دعوت دیا کرتے تاکہ ہم اُکتاہٹ کا شکار نہ ہوں اور دوسرے لوگوں کی بھی یہی ہدایت تھی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی آخر الزماں ﷺ کا فرمان ہے:

((عن انس عن النبی ﷺ قال:یسروا ولا تعسروا و بشروا ولا تنفروا))[14]

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں، محمد عربی ﷺ کا ارشاد ہے:لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرو اور مشکلات نہ پیدا کرو، اور ان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نوید دو اور ان کو مایوسی یا تنفر کی جانب مت دھکیلو

آنحضرت ﷺ کے اس فرمان سے یہ حقیقت سامنے آئی کہ داعی کیلئے دعوت کے فریضہ کی تکمیل کے ضمن میں صرف علم پہ عبور رکھنا ناکافی ہے، لازم ہے کہ اس فریضہ میں بنیادی تربیت کو مد نظر رکھ کر پہلے سہل امور بتائے لوگ جب انہیں قبول کر لیں تب بتدریج مشکل امور کی طرف رہنمائی کی جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آج کل جو ابلاغ و دعوت مؤثر طرز پر نہیں ہو رہی اس کا اہم سبب یہ ہے کہ عموماً اس فریضہ سے وابستہ افراد ان اصول و آداب کی رعایت نہیں کرتے جو کہ قرآن کریم نے طے کیئے ہیں، لمبی تقریریں، وقت بے وقت نصیحت، مخاطب کے حالات کو معلوم کیئے بغیر اس کو کسی کام پر مجبور کرنا گویا ان کی عادت بن چکی ہے۔ انبیاء کرامؑ کا عام معمول تھا کہ مخاطب کو حتی الامکان خجالت سے دور رکھتے تھے لہٰذا بعض اوقات مخاطب کے افعال کی نسبت اپنی جانب کر کے اصلاح فرماتے، ارشاد ہوتا ہے:

{وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ}[15]

"اور میرے پاس کیا عذر ہے کہ میں اس کی عبادت سے منہ موڑوں کہ جو میرا خالق ہے اور سب نے اسی کی جانب پلٹنا ہے"

ظاہر ہے کہ حضور ﷺ ہمہ اوقات مشغول عبادت رہا کرتے تھے مقصود اس مخاطب کو سنانا ہے جو کہ عبادت سے دور تھا مگر اس کے اس فعل کو اپنی نسبت سے بیان کیا۔ دعوت الی اللہ کا مقصود دوسروں کے عیوب کو اچھالنا نہیں ہوتا بلکہ اپنی جانب احسن طرز پہ بلانا ہوتا ہے ایسا تبھی ہو سکتا ہے جب متکلم اور مخاطب میں قدر مشترک ہو لہٰذا قرآن حکیم میں انبیاء کرامؑ کی دعوت کا عنوان اکثر "یٰقوم" سے شروع ہوتا ہے جس میں برادرانہ رشتے کا اشتراک پہلے جتا کر آگے اصلاحی کام کی طرف قدم

بڑھایا جاتا ہے کہ ہم اور تم ایک ہی برادری کے لوگ ہیں، ہمارے درمیان کوئی باہم دشمنی نہیں ہے بلکہ خیر خواہی کا عنصر موجود ہے۔

عصری مجادلات کی خامیاں

امام غزالیؒ کہتے ہیں: شراب خباثتوں کی جڑ ہے جو بذات خود بہت بڑا گناہ ہونے کے ساتھ مزید جسمانی خباثتوں کی وجہ بنتی ہے اسی طرز پر مجادلہ میں بھی جب مطمع نظر سامنے والے کو زیر کرنا اور اپنی علمی برتری جتانا ہو تو یہ انسان کے قلب وروح کے لئے اُمّ الخبائث ہے جس کی وجہ سے ان گنت نفسانی آلائشیں پیدا ہوتی ہیں جن میں سر فہرست حسد پھر بغض وعناد، غرور وتکبر، غیبت، دوسروں کی عیب جوئی، اس کی برائی سے خوشی، اس کی بھلائی سے رنجیدگی، قبول حق سے استکبار وغیرہ ہیں۔[16] یہ وہ باطنی خرابیاں ہیں جن کا شکار صرف اعلیٰ پایہ کے علماء ہوتے ہیں اور معاملہ جب ان کے متبعین میں آتا ہے تو معاملات باہم دست و گریبان تک پہنچ جاتے ہیں، ابن القیم فرماتے ہیں: علم تو اہلِ علم کے مابین باہمی اخوت کی بنیاد ہے پھر وہ لوگ جو کہ اس بنیاد کو باعثِ منافرت بنالیں وہ کیسے کسی کو بھی دعوت دے سکتے ہیں ان کا مقصود تو محض اپنی علمی برتری ثابت کرنا ہے پھر ان سے باہمی خیر خواہی کی توقع رکھنا عبث ہے کسی بشر کے لئے شر وبرائی کی انتہا یہ ہے کہ وہ متکبرین ومنافقین کی طرز پہ چل نکلے اور متقین کی صفات سے محروم ہو جائے۔[17]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> **((اسامه بن زید رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: يوتى بالرجل يوم القيامة فيلقى فى النار، فتندلق اقتاب بطنه، فيدور بها كما يدور الحمار بالرحى، فيجتمع اليه اهل النار، فيقولون: يا فلان! ما لک؟ الم تکن تامر بالمعروف و تنهى عن المنكر؟ فيقول: بلى، قد كنت امر بالمروف ولا آتيه، و انهى عن المنكر و آتيه))** [18]

"حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رحمۃ اللعالمین ﷺ کا فرمان ہے: ایک آدمی کے روز قیامت جہنم واصل ہونے کے بعد اس کے پیٹ کی انتڑیاں باہر کو آجائیں گی، اور وہ یوں چکر لگائے گا گویا گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے، پس پھر اہل جہنم اس کے پاس جاکر دریافت کریں گے، اے فلاں آدمی یہ تیرے ساتھ کیا ہوا؟ کیا تم نیکی کی تلقین اور برائی کی ممانعت نہیں کرتے تھے؟ تو اس کا جواب ہو گا کیوں نہیں؟ میں دوسروں کو بھلائی کا حکم دے کر خود اس کی خلاف ورزی کرتا تھا اور میں دوسروں کو گناہ سے منع کرتا تھا مگر خود گناہ کرتا تھا"

اس لیئے آئمہ، فقہاء اور اہلِ علم علمی اختلاف کی بناپر کسی بھی حال میں منافرت کو درست نہیں گردانتے تھے اور بدکلامی سے مکمل پرہیز کرتے تھے، امام مالکؒ نے فرمایا:

"كانَ مالِكُ يقولُ المِرَاءُ والجِدَالُ فى العِلم يَذهَبُ بنورِالعِلمِ عن قلبِ العبدِ و قيلَ لَهُ رَجُلُ لَهُ عِلمُ بالسنة فَهَل يُجَادِلُ عنهَا قَا لَ لَا ولٰكِن يُخبِرُ بالسُنةِ فاِن قُبِلَ مِنهُ و اِلا سَكَتَ" [19]

علم میں لڑائی اور تنازعہ انسانی قلب سے علم کے نور کو معدوم کر دیتاہے اس پر ایک شخص نے دریافت کیا کہ جس آدمی کو سنت کا علم ہو کیا وہ حفاظتِ سنت کی خاطر جھگڑا کر سکتا ہے، جواب دیا نہیں بلکہ اسے چاہیئے کہ سامنے والے کو درست بات سے آگاہی دے وہ بات تسلیم کرلے تو بہتر ورنہ خاموش ہو جائے

عصرِ حاضر میں دعوت کا کام پوری طرح مؤثر نہ ہونے کے دو بنیادی اسباب ہیں **پہلا سبب** فسادِ زمانہ اور شقاوت قلبی کے باعث لوگ نفسانفسی کا شکار ہو کر آخرت کو فراموش کر چکے ہیں اور یہ حضور ﷺ کی اس خبر کی شہادت ہیں کہ آخر زمانے میں بہت سے لوگوں کے قلوب اور آنکھیں اندھی ہو جائیں گی۔ **دوسرا سبب** ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے غفلت عام ہو گئی ہے اور ان کے علاوہ جو لوگ دعوت کے فریضہ سے وابستہ ہیں ان کی اکثریت قرآنی تعلیمات اور پیغمبرانہ آداب و اصول سے نا آشنا ہیں جس وقت چاہا بے سوچے سمجھے کسی کو کچھ بھی کہہ دیا اور یہ فرض کر لیا کہ ہم نے اپنا کام کر دیا جبکہ یہ طریقہ کار کلی طور پر تبلیغ کے منہج کے برخلاف اور لوگوں کو دین سے متنفر کرنے کے مترادف ہے۔

آدابِ دعوت کے بعد {إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ} یہ ارشاد مدعین دعوت کی تشفی کے لئے آیا جیسا کہ مذکورہ اصول و آداب کے لحاظ کے باوجود لوگ قبولیتِ حق سے انکاری ہوں تو یہ بات باعثِ پریشانی ہوتی ہے یوں ابلاغ و دعوت کو غیر مؤثر ہوتے دیکھ کر انسان پر پژمردگی چھا جائے اور وہ یہ فریضہ ہی ترک کر دے اس لیئے یہ فرمادیا گیا کہ آپ کے ذمہ صرف دعوتِ حق کو اصولِ صحیحہ کے مطابق ادا کر دینا ہے اب اس کے بعد وہ قبول حق پر آمادہ ہوتا ہے یا نہیں اس میں آپ کلی طور پر بری الذمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کون ہدایت حاصل کرے گا کون گمراہ ہی رہے گا۔

قرآنی ابلاغ کے یہ خدوخال اور اصول و آداب ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں طے کر دیئے ہیں اب ہم اپنی بات کو سمیٹتے ہوئے مختصراً ان آداب کا تذکرہ کرتے ہیں جو کہ قرآن حکیم میں اسی تناظر میں بیان فرمائے گئے ہیں اور یہ قرآنی ابلاغ کے طریق کار کو مزید تقویت پہنچاتے ہیں مثلاً:

1۔ نرمی و مصالحت

{فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ} [20] پھر تم دونوں اس سے نرمی سے ہم کلام ہونا ہو سکتا ہے کہ وہ نصیحت کے لئے آمادہ ہو یا ڈر جائے۔ یعنی مخاطب فرعون جیسا سرکش و مغرور اور گمراہ ہی کیوں نہ ہو پھر بھی ابلاغ و دعوۃ میں نرمی و مصالحت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا۔

2۔ نتائج سے لاپرواہی

{إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ}[21] جو اس کے رستے سے بھٹک گیا تمہارا رب اُسے بھی خوب جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں اُن سے بھی خوب واقف ہے۔ یعنی ابلاغ ودعوۃ کے فریضے کو تمام اصول و آداب سے سرانجام دینے کے بعد متکلم یا داعی کو نتائج کی ذمہ داری سے مکمل طور پر بے نیاز کر دیا گیا تاکہ وہ مطلوبہ نتائج نہ ملنے پر ہر قسم کی مایوسی و دل گرفتگی سے آزاد ہو جائے اور اپنا یہ فریضہ نتائج کی پرواہ کیئے بغیر پوری تندہی سے سرانجام دیتا رہے۔

3۔ پسندیدہ زبان

{وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلاَّ بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّهُ مَن يَشَاء وَيَهْدِي مَن يَشَاء وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ}[22] اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی زبان بولتا تھا تاکہ انہیں (اللہ تعالیٰ کے احکامات) کھول کھول کر سنا دے پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ مشرکین رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کرتے تھے کہ قرآن کریم کسی اور زبان میں نازل ہوتا تو ہم یقین کر لیتے اب چونکہ یہ ہماری زبان میں ہی ہے تو زیادہ امکان ہے کہ آپ ﷺ نے اسے خود لکھ لیا ہو تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ یہ تو پروردگار کی عطا ہے کہ جس قوم میں جو بھی رسول بھیجے انہی میں سے بھیجے اور انہی کی قومی زبان میں اپنی کتب وصحائف نازل فرمائے تاکہ کسی بھی قسم کی اجنبیت حائل نہ ہونے پائے جو قبولِ حق میں مانع ہو۔ یعنی ابلاغ کے لئے مخاطبین کی ہی زبان میں احسن گفتار کرنی چاہیئے۔

4۔ قول بلیغ

{أُولَـئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلاً بَلِيغًا}[23] اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے آپ ان سے اعراض کیجئے انہیں نصیحت کیجئے اور ایسی بات کہیں جو کہ ان کے دلوں میں دھنس جائے (اتر جائے ۔ یعنی ابلاغ کے دوران ان کو ایسی بات سے نصیحت کی جائے جو کہ ان کے نفوس کے اندر تک اتر جائے ان کے دلوں پر اثر انداز ہو۔

5۔ صبر کی تلقین

{وَمَا لَنَا أَلاَّ نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَى مَا آذَيْتُمُونَا وَعَلَى اللّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ}[24] اور ہم کیوں نہ پروردگار پر اعتماد کریں جبکہ اس نے ہمیں دین کی سیدھی راہ دکھائی ہے، اور تمہاری دی گئی تکالیف پر ہم صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے

والوں کو رحمٰن پر ہی یقین کرنا چاہیئے۔ یعنی ابلاغ ودعوۃ میں کچھ سرکش لوگ اپنی دشمنی، عناد اور ہٹ دھرمی کے باعث جو بھی ایذاء رسانی کریں اس پر صبر کیا جائے اور صرف اللہ تعالیٰ پر ہی توکل و بھروسہ کیا جائے یہی بات ہر کامیابی کی ضمانت ہے۔

6۔ اخلاقی عروج

{وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ}[25] اور اپنے کپڑوں کو خوب پاک رکھو۔ ابلاغ و دعوۃ کے ذریعے مخاطبین کے نفس و روح کو تمام غیر اخلاقی برائیوں اور آلائشوں سے پاک کرنے کی کوشش کی جائے اور اس سے قبل خود کو بھی ہر غیر اخلاقی لغزش سے بچایا جائے۔

7۔ خیر خواہی

{فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ}[26] اور صالح ان (قوم) سے یہ کہتے ہوئے ان کی بستی سے نکل گئے کہ اے میری قوم! میں نے اپنے رب کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے اور تمہاری خیر خواہی کی ہے مگر تم ایسے ہو کہ خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے ہو۔ یعنی ابلاغ و دعوۃ کے کام میں داعی اپنے مخاطبین کا ہر طرح سے خیر خواہ بن جاتا ہے جو کہ اپنی ذات سے اوپر اٹھ کے سراسر اس کی دنیوی اصلاح اور اخروی فلاح چاہتا ہے۔

8۔ مصلحت

رسول اللہ ﷺ کا یہ طرزِ عمل رہا ہے کہ بعض اوقات وہ ایک صحیح اور جائز بات کے سلسلے میں بھی اپنے مخاطب کی ضد کو تسلیم کر لیا کرتے تھے مثال کے طور پر صلح حدیبیہ کے موقع پر مخاطبین کے اصرار پر لفظ "رسول اللہ" کو کاغذ سے مٹا دیا تھا۔

نتائج: (Conclusion)

قرآن حکیم کا بنیادی طور پر مخاطب انسان ہے اور وہ اسی کی فلاح سے بحث کرتا ہے اور بھلائی و برائی کی تمیز کرتا ہے یہ دعوت دین کے تمام تر تقاضوں کو پورا کرتا ہے قرآن حکیم اپنے اندر علوم و فنون کی ایک دنیا سموئے ہوئے ہے۔ ایک غیر متعصب غیر مسلم بھی اس مقدس کتاب کے مطالعہ سے یہ جان لیتا ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ شائد اس کے لئے بھی ناگزیر ہے جیسا کہ ایک مسلم کے لئے ہے اس کی اساس یہ ہے کہ تاریخ میں اور کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس نے انسانی تاریخ کو اس درجہ متاثر کیا ہو۔ قرآن کریم اپنے اندر لاتعداد اعجازی خصوصیات رکھتا ہے جن کا احاطہ ممکن نہیں ہے یہ خالصتاً کلام اِلٰہی ہے، محفوظ کلام ہے، اس کا اسلوب معجزانہ ہے، کامل ہدایت ہے، عالمگیر کتاب ہے، فصیح و بلیغ کلام ہے، ہر قسم کے تضادات سے پاک ہے، پُر تاثیر کلام ہے، سچی پیشین گوئیاں کرتا ہے اور اپنی مثل آپ ہے قرآن کریم خود بار بار تمام دنیا کو یہ دعوت دیتا رہا ہے کہ اس کی مثل ایک چھوٹی سی صورۃ ہی بنالاؤ یہ چیلنج آج بھی جوں کا توں موجود ہے ایسا نہ ہو سکا نہ کبھی ہونا ممکن ہے۔ قرآنی ابلاغ کی نوعیت

ایسی ہے کہ اس کے بے مثال اثرات کبھی بھی ختم نہیں ہو سکتے بنی نوع انسان کی فلاح کتابِ الٰہی سے منسلک ہونے پر منحصر ہے اور یہ عملی وابستگی اس کتاب کو سمجھے بغیر ممکن نہیں اور اسے پڑھنے، سمجھنے کا شعور بیدار کرنے کے لئے اس بات کی اہمیت کا ادراک ہونا لازمی ہے۔ وقت کا اہم تقاضا ہے کہ تمام انسانوں میں بالعموم اور مسلمانوں میں بالخصوص اس بات کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے کیونکہ جب یہ نفسیاتی یقین انسان کے شعوری علم تک رسائی حاصل کرے گا تو بنی نوع انسان ہر بوجھ، الجھن سے آزاد ہو کر ترقی و کامیابی اور اخروی فلاح کے راستے پہ گامزن ہو جائے گا۔

مزید تحقیق کے لئے چند ممکنہ نکات

اس موضوع کے متعلق مزید تحقیق کے ضمن میں چند نکات درج ذیل ہیں:

1۔ قرآنی ابلاغ کے مفاہیم کی وضاحت اور باہمی ربط و تعلق کی وضاحت ممکن ہے۔

2۔ قرآنی ابلاغ کی مختلف انواع کی وضاحت اور باہمی ربط و تعلق کو بیان کیا جا سکتا ہے۔

3۔ قرآنی ابلاغ کی مفصل وضاحت کا مختلف عربی اور اردو تفاسیر کی روشنی میں جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

4۔ قرآنی ابلاغ کے امتیازات و تخصصات اور افادیت پر روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

[1] النحل 16:125،126

al-nāhl, 16:125,126

[2] الاحزاب 33:45

al-ahzāb, 33:45

[3] البقرۃ 2:143

al-bāqārāh, 2:143

[4] الاحقاف 46:31

al-ahqāf, 46:31

[5] آل عمران 3:104

al-imrān, 3:104

[6] النحل 16:125

al-nāhl, 16:125

[7] مفتی محمد شفیع، **معارف القرآن**، ادارۃ المعارف: کراچی، شعبان1404ھ۔ مئی1984، 5/406، 407

Muftī Mūhammad Shafī, *Mā'ārīfūl Qūrān*,(Karachī: Idāratūl Ma'arīf, Shābān 1404H-1984May), 5/406,407

[8] العلامہ الآلوسی البغدادی، ابی الفضل شہاب الدین السید محمود (متوفی127ھ)، **رُوح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع مثانی**، دار احیاء التراث العربی، بیروت: لبنان، الطبعۃ الرابعۃ1405ھ۔1985م، 14/254

Allāmā Alūsī Al'baghdādī, Abīlfazal Shahābūdīn Al,syed Mahmūd(D:127H),*Rūhūl Mānī Fī Tafsīr ūlqūrān ūlazīm Walsaba'ā Masānī*, (Baīrūt: Dār Iḥyā Al Turāth Al 'Arabī, Lebanon, 4th ed. 1405 AH-1985M),14/254

[9] الشیخ اسماعیل حقی البروسوی (1137ھ)، **تفسیر روح البیان**، دار أحیاء التراث العربی بیروت۔ لبنان، الطبعۃ الأولیٰ 1421ھ۔2001م، 5/118

Alsheīkh Ismāīl Haqī Albrūswī (D:1137H)*Tafsīr Rūhūl Bayān*, (Baīrūt: Dār Iḥyā Al Turāth Al 'Arabī, Lebanon, 1st ed. 1421 AH-2001M), 5/118

[10] ألراغب ألأصفھانی، أبی القاسم الحسین بن محمد (502ھ)، **المفردات فی غریب القرآن**، دار احیاء التراث العربی بیروت۔ لبنان، الطبعۃ الأولیٰ 1423ھ۔2002م، ص: 551

Al-Rāghib al-Asfhānī, Abī-al-Qāsim Al-Hussain Bīn Mūhammad (502 AH), *Al-Mūfardāt Fī Gharīb Al- Qūrān*, (Baīrūt: Dār Iḥyā Al Turāth Al 'Arabī, Lebanon, 1st ed. 1423 AH-2003M), P:551

[11] **روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع مثانی**، 14/254

Rūhūl Mānī Fī Tafsīr ūlqūrān ūlazīm Walsaba'ā Masānī, 14/254

[12] العنکبوت29:46

Sūrāh al-ankabūt, 29:46

[13] طہٰ20:44

Sūrāh tāhā, 20:44

[14] البخاری، الامام ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل (194ھ۔256ھ)، **صحیح البخاری**، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الثانیۃ، ذوالحجۃ1319ھ۔مارس 1999م، کتاب العلم، باب ماکان النبی ﷺ یتخولھم بالموعظۃ والعلم کی لاینفرو، رقم الحدیث: 69، ص: 17

Al-Bukhārī, Al-Imām Abi Abdūllāh Mūḥammad bin Ismā'īl, (194-256 AH), *Al-Jamy' Al-Ṣaḥīḥ*, (Al-Rīādh: Dārrūssalām Alām ūlfawaīd Līnashr Walta'ūzīh, 2nd ed, Zūlhaj 1319 AH. March 1999), Kītāb-ūl-Tafsīr, Chapter Sūrāh Al-Mūnāfīqūn, H#4900, P:769

[15] یٰسین36:22

yāsīn, 36:22

[16] الغزالی، الامام ابی حامد محمد بن محمد (المتوفی: 505ھ) **احیاء علوم الدین**، دار المعرفۃ بیروت۔ لبنان، 1425ھ۔2004ء، 1/68، 69

Alghazālı, Al'īmam Abī Hamīd Mūhammad Bīn Mūhammad (D:505H) *Ahyā'ā Ulūmūddīn*, (Baīrūt: Dār ūlmā'ārifā Lebanon, 1st ed. 1425 AH-2004M),1/68,69

17 اَبن قیم، الجوزیۃ، اَبی عبد اللہ محمد بن اَبی بکر بن اَیوب (691۔751)، **کتاب الروح**، دار عالم الفوائد للنشر والتوزیع، س۔ن، 2/705، 706

Ibn Qayyīm, Al-Jawzīyyā, Abī Abdūllāh Mūhammad Bīn Abī Bakar Bīn Ayūb(691-751) , *Kītāb ūlrūh,* (Dār Alām ūlfawaīd Līnashar Walta'ūzīh), 2/705,706

18 مسلم، الامام، ابی الحسین بن حجاج بن مسلم القشیری النیسابوری (204ھ۔261ھ) **صحیح مسلم**، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعۃ الثانیۃ، محرم 1421ھ۔ ابریل 2000م، کتاب الزھد والرقائق، باب عقوبۃ من یامر بالمعروف ولا یفعلہ، وینھی عن المنکر ویفعلہ، رقم الحدیث: 7483، ص: 1293

Muslim Bin Al-Ḥajjāj, Bin Muslim Al-Qāshiri Al-Nisābūri (204-261AH), *Ṣaḥīḥ Muslim,* (Al-Rīādh: Dārrūssalām Alām ūlfawaīd Līnashr Walta'ūzīh, 2nd ed, Moharram 1421 AH. April 2001), Kitāb-ūl-Zakāt, Chapter Ism-e-Mane'zakāt, H#2290, P:410

19 اَبو بکر محمد بن عبد اللہ بن العربی المعافری (543ھ)، **المسالک فی شرح مؤطا الامام مالک**، دار العرب الاسلامی، الطبعۃ الاَولیٰ 1428ھ۔2007م، 1/15

Abū Bakar Mūhammad Bīn Abdūllah Bīn Alarbī Almūāfrī (543H), *Almāsālik Fi Sharah Mo'atā Alimam Mālik,* (Dārularab Alislāmī, 1st ed 1428H-2007), 1/15

20 طٰہٰ 20:44

tāhā, 20:44

21 النحل 16:125

al-nāhl, 16:125

22 ابراہیم 14:4

ibrāhim, 14:4

23 النساء 4:63

al-nisā, 4:63

24 ابراہیم 14:12

ibrāhim, 14:12

25 المدثر 74:4

al-muddāssir, 74:4

26 الاعراف 7:79

al-ā'rāf, 7:79